بانی مماتیت عنایت اللہ بخاری کے استاذ محدث اعظم ہند

کا عقیدہ حیات النبی ﷺ

انبیاء کرام کو نبوت پیدا کرنے کے لیے نہیں بھیجا جاتا، کہ انھیں لگاتار نبی پیدا کیا کریں بلکہ سیادت و قیادت اور سیاست و ریاست کے لیے مبعوث کیا جاتا ہے، تو تم عالم کے لیے پہلے نبی ہوتا ہے اس کے بعد امام مقرر کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، یہی محمل ہے حق تعالیٰ کے ارشاد: يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ کا۔

چلی آتی ہیں انبیاء کرام تکمیل کار کے لیے دوسروں کے محتاج ہوتے تھے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا میں ہے: وَاجْعَلْ لِّي وَزِيرًا ... وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي اور موسیٰ علیہ السلام کی درخواست کے جواب میں ارشاد خداوندی ہے: سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ۔ اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام میں کوئی کوتاہی نہیں چھوڑی گئی بلکہ کار نبوت کی تکمیل من حیث المجموع آپ کی ذات گرامی سے کرادی گئی، لہٰذا اب کوئی منصب باقی نہ رہا جس کے لیے کسی نبی کو مبعوث کیا جاتا، چنانچہ آپ کی شان تو یہ ہے:

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

۱۰۔ ــــــ اور حدیث کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں ثابت ہے کہ موت سے ... حیات مراد ہیں، ... صرف حیات روح ... کیونکہ یہ تو مومن و کافر اور نبی و غیر نبی سب میں مشترک ہے، ... انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص ... حدیث سے ... ثابت ہوتا ہے۔ الغرض جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کار نبوت کی تکمیل ہو چکی، اور پھر حیات ... آپ امت میں زندہ موجود ہیں، گو پس پردہ ہیں، تو ... کی بعثت بے معنی ہوتی۔

اور انبیاء کرام کی جانب سے امت کی روحانی تربیت اور ان کی تکمیل ... ہوتی ہے وہ شاید ... نبوت کے اعتبار سے ہوتی ہوگی ... نبوت کا ایک ... امت میں ... اور ... جاری ہے ... نبوت کا ایک ... منصب کے لیے ...

۔۔۔ سورۂ ... سورۂ طٰہٰ ... سورۂ قصص ...

مولانا محمد انور شاہ کشمیری

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

خاتم النبیین ﷺ

تالیف

امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ

(۱۳۵۲ھ)

ترجمہ و تشریح

محمد یوسف لدھیانوی

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

(تغلق روڈ ۔ ملتان)

قوله تعالى : « ولا تقولوا لمن يقتل فى سبيل الله أموات بل أحياء » الآية

استدلال المالكية والشافعية بالآية على ترك الصلوة على الشهيد ، والجواب عنه: قال أبو بكر بن العربى : تعلق بعضهم فى أن الشهيد لا يغسل ولا يصلى عليه بهذه الآية ، لأن الميت هو الذى يفعل ذلك به ، والشهيد حى ، وبه قال مالك والشافعى، وقال أبو حنيفة : يصلى عليه . وكما أن الشهيد فى حكم الحى فلا يغسل فكذلك لايصلى عليه ، لأن الغسل تطهير وقد طهر بالقتل ، فكذلك الصلاة شفاعة وقد أغنته عنها الشهادة . يؤكده أن الطهارة إذا سقطت مع القدرة عليها سقطت الصلاة ، لأنها شرطها ، وسقوط الشرط دليل على سقوط المشروط . وماروى أن النبى ﷺ صلى عليهم ، لايصح فيه طريق بن عباس ولا سواه، وقد استوفيناها فى مسائل الخلاف انتهى (١ : ٢٠) .

ولا يخفى ما فى هذا الاستدلال من الخزازة ، أما أولا فلأن الشهيد يدفن والحى لايدفن ، فليس هو بحى من كل الوجوه ، فلا دلالة فى الآية على إسقاط الغسل ولا الصلوة ، وإنما المرجع فى ذلك إلى السنة فقط . وأيضاً فليس الشهيد بأولى من النبي - وإن نبى الله حى يرزق فى قبره كما ورد فى الحديث - والنبى يغسل ويصلى عليه، فكذلك الشهيد أيضاً . وهذا هو الجواب عن قوله: « الصلوة شفاعة إلخ » فالشهيد ليس بأغنى من النبى عنها ، وقد صح أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه استأذن رسول الله ﷺ فى العمرة فأذن له وقال : « لا تنسنا يا أخى من دعائك » قال عمر : فقال كلمة ما يسرنى أن لى بها الدنيا . وفى رواية ، قال : « أشركنا يا أخى فى دعائك » رواه أبو داؤد ، والترمذى وقال : حديث حسن صحيح ، كذا فى نزل الأبرار (ص : ٣٣٢) . وهل الصلوة على الشهيد إلا دعاء له ؟ ومن هو الذى يستغنى عن بركة الله ومزيد فضله ورحمته ؟ ولو لا أن رسول الله ﷺ أمر بدفن الشهداء بدمائهم ولم يغسلهم لكان القياس أن يغسلوا ، كما يغسل الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم .

أحكام القرآن

تأليف

المحدث الناقد العلام مولانا ظفر أحمد العثماني التهانوي رحمه الله

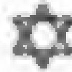
على ضوء ما أفاده

حكيم الأمة الإمام الفقيه الداعية الكبير مولانا الشيخ أشرف علي التهانوي رحمه الله

الجزء الأول

إدارة القرآن والعلوم الإسلامية
للطباعة والنشر والتوزيع والتصدير
D/٤٣٧ گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی ٥ پاکستان
فون: ٧١٦٤٨٨ = ٧٧٣٣٦٨٨

ف (۳) جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ شہداء کی حیات جسمانی ہے اس لیے کہ موت اور قتل کا تعلق جسم سے ہے اور یہی ظاہر آیت کا مضمون ہے اس لیے کہ سیاق آیت، شہداء کی خصوصیت بیان کرنے کے لیے ہے اور حیات روحانی شہداء کے ساتھ مخصوص نہیں وہ تو عام مسلمین بلکہ کفار کو بھی حاصل ہے۔



وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ

اور البتہ ہم آزماویں گے تم کو کچھ ایک ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان

مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ

سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے اور خوشخبری سنا

الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا

ثابت رہنے والوں کو کہ جب ان کو پہنچے کچھ مصیبت کہیں

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ

ہم اللہ کا مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھر جانا ایسے لوگ انہی پر

صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ

عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں

الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾

راہ پر

بیان امتحان صبر و بشارت صابرین در راہ صبر

قال تعالیٰ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ ... الی ... وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔

(ربط) گزشتہ آیت میں صبر کے سب سے بڑے امتحان کا ذکر فرمایا یعنی جہاد فی سبیل اللہ کا۔

معارف القرآن

تالیف

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی
رحمۃ اللہ علیہ [illegible] شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

[illegible]

شائع کردہ
مکتبۃ المعارف
دار العلوم حسینیہ شہداد پور
سندھ، پاکستان

[illegible]



صحيحة، فيحمل على أنه رأى موسى قائماً يصلي في قبره، ثم عرج به هو ومن ذكر من الأنبياء إلى السماوات فلقيهم النبي ﷺ، ثم اجتمعوا في بيت المقدس فحضرت الصلاة فأمهم نبينا ﷺ، قال: وصلاتهم في أوقات مختلفة/ وفي أماكن مختلفة لا يرده العقل، وقد ثبت به النقل، فدل ذلك على حياتهم. قلت: وإذا ثبت أنهم أحياء من حيث النقل فإنه يقويه من حيث النظر كون

(١) (١/ ١٥٦، ١٥٧)، رقم ٢٧٨/١٧٢.

الشهداء أحياء بنص القرآن، والأنبياء أفضل من الشهداء[١] ومن شواهد الحديث ما أخرجه أبو داود من حديث أبي هريرة رفعه وقال فيه: «وصلوا علي فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم» سنده صحيح، وأخرجه أبو الشيخ في «كتاب الثواب» بسند جيد بلفظ «من صلى علي عند قبري سمعته، ومن صلى علي نائياً بلغته» وعند أبي داود والنسائي وصححه ابن خزيمة وغيره عن أوس بن أوس رفعه في فضل يوم الجمعة «فأكثروا علي من الصلاة فيه فإن صلاتكم معروضة علي. قالوا يا رسول الله وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت؟ قال: إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء».

ومما يشكل على ما تقدم ما أخرجه أبو داود من وجه آخر عن أبي هريرة رفعه «ما من أحد يسلم علي إلا رد الله علي روحي حتى أرد عليه السلام» ورواته ثقات. ووجه الإشكال فيه أن ظاهره أن عود الروح إلى الجسد يقتضي انفصالها عنه وهو الموت، وقد أجاب العلماء عن ذلك بأجوبة: أحدها: أن المراد بقوله: «رد الله علي روحي» أن رد روحه كانت سابقة عقب دفنه لا أنها تعاد ثم تنزع ثم تعاد. الثاني: سلمنا، لكن ليس هو نزع موت بل لا مشقة فيه. الثالث: أن المراد بالروح الملك الموكل بذلك. الرابع: المراد بالروح النطق فتجوز فيه من جهة خطابنا بما نفهمه. الخامس: أنه يستغرق في أمور الملأ الأعلى، فإذا سلم عليه رجع إليه فهمه ليجيب من سلم عليه. وقد استشكل ذلك من جهة أخرى، وهو أنه يستلزم استغراق الزمان كله في ذلك لاتصال الصلاة والسلام عليه في أقطار الأرض ممن لا يحصى كثرة، وأجيب بأن أمور الآخرة لا تدرك بالعقل، وأحوال البرزخ أشبه بأحوال الآخرة. والله أعلم.

قوله: (سبط الشعر) تقدم ما فيه.

قوله: (يهادى) أي يمشي متمايلاً بينهما.

قوله: (ينطف) بكسر الطاء المهملة أي يقطر ومنه النطفة، كذا قال الداودي، وقال غيره النطفة: الماء الصافي.

وقوله: (أو يهراق) هو شك من الراوي.

قوله: (أعور عينه اليمنى) كذا هو بالإضافة، وعينه بالجر للأكثر وهو من إضافة الموصوف إلى صفته وهو جائز عند الكوفيين، وتقديره عند البصريين عين صفحة وجهه اليمنى، ورواه الأصيلي عينه بالرفع كأنه وقف على وصفه أنه أعور وابتدأ الخبر عن صفة عينه

(١) انظر: التعليق السابق في (٨/ ١١)، هامش رقم (٢).

حسن خان البوفالی القنوجی فی تنزل الابرار فی بیان فوائد الصلوة علیه صلی الله علیه وسلم ومنها قیام ملك علی قبره صلی الله علیه وسلم اعطاه اسماع الخلائق یبلغه ایاها كما فی حدیث رواه ابن حبان ووردت احادیث بمعناه ثابتة ولله الحمد ومنها انها سبب لرد النبی صلی الله علیه وسلم علی المصلی والمسلم علیه كما ورد بسند حسن بل صححه النووی فی الاذكار وغیره . انتهی ملتقطاً۔

ہاں اس خیال اور اعتقاد سے ذکر کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے کیونکہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے(۱) اور آپ ﷺ کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے؟ اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ ﷺ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آجاتا ہے۔ تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے باعث توہین ہے نہ موجب تعظیم۔ اور اگر مفارقت نہیں ہوتی تو پھر ہر مجلس مولود میں آپ ﷺ کی موجودگی بدن و روح کے ساتھ ہوتی ہے یا محض بطور کشف و علم کے؟ پہلی صورت بداہتاً باطل ہے۔ اور دوسری صورت بے ثبوت اور محض اعتقاد سے موجب شرک ہے کہ آن واحد میں مجالس کثیرہ کا علم ہونا اس طرح کہ گویا آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں یہ خاصہ ذات احدیت ہے۔ آنحضرت ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا شرک ہے۔(۲)

رہی مجلس میلاد تو اس کا حکم یہ ہے کہ نفس ذکر ولادت و معجزات و اقوال و افعال و واقعات آنحضرت ﷺ جائز بلکہ محبوب و مستحسن ہے۔ لیکن قیود مروجہ اور ہیئات مخصوصہ جو آج کل اکثر مجالس مروجہ میں پائی جاتی ہیں بدعت اور بے اصل ہیں۔ ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا بالکل بے اصل ہے۔ شریعت مقدسہ میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ نہ قرون ثلثہ میں اس کا وجود تھا نہ کوئی دلیل اس کے جواز پر دال ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ غفرلہ، دہلی۔

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلافے نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چنانکہ شہداء راست۔" (اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعۃ فصل ۳ ج ۱ ص ۶۱۳ مطبع نول کشور)

۲۔ "ولی الواقع ہمچنیں اعتقاد کہ حضرات انبیاء و اولیاء ہر وقت حاضر و ناظر اند ..... شرک است چہ این صفت از خصائص حق جل جلالہ است کہ دیگری در آن شریک نیست ..... و من هذا قال علماءنا من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر انتهى۔" (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۸ ، مجموعہ فتاویٰ عبدالحی ..... ج ۱ ص ۴۹ سعید)

۳۔ قال العلامة الشاطبی فی الاعتصام: "منها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة والتزام العبادات المعينة فی اوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فی الشريعة" (الباب الاول، فصل فی تعريف البدع ج ۱ ص ۳۹ دار الفکر)
لہذا یہ عمل بھی خالص بدعت ہے۔ کیونکہ بدعت کی تعریف ہے: "كل حدث فی الدين بعد زمن الصحابة بلا حجة شرعية" (العمدۃ ..... ص .....)

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کے زیر نگرانی
دلائل کی تخریج و حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کے ساتھ

کفایت المفتی

مع عنوانات

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی
محمد کفایت اللہ دہلوی

میں کفر صفت کا بیان ہوتا ہے ہم تنفیذ کفر سے ہو جاتے ہیں مدح میں معنی کہ اے اللہ تعالیٰ ہم نے تیری اس نعمت جیسی چیز کو عظیم جانا اور جیسی
جانچنے کا اصل ہو چکی ایک بڑا شعبہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیونکہ آپ کی تشریف آوری عالم دنیا کا ذکر جس کی بابت تعظیم
کی جاتی ہے وہ شرعی کریمی تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے تعظیم ہو گئی اللہ تعالیٰ کی کیونکہ نعمت کی تعریف خود منعم کی تعریف ہے اور
نعمت کی تعظیم سو منعم کی تعظیم ہے پس یہ دست بستہ کھڑا ہونا درحقیقت منعم حقیقی کے سامنے ہے شکر عطائے نعمت میں اب خیال
فرمایئے کہ اس عمل کو شرک اور کفر سے کیا علاقہ فماذا بعد الحق الا الضلال ایک قباحت کا جواب تو ہو چکا اب دوسری قباحت کا جواب
سنئے کہ تمام مولد شریف پڑھنے والے اپنی زبان سے خوب تصریح و توضیح سے تعیین یوم ولادت کی شرح کرتے ہیں شاہ سلامت اللہ صاحب
کے مولد شریف میں ہے بارہویں تاریخ ربیع الاول کی صبح صادق کے وقت پیر کے دن حضرت پیدا ہوئے اور مولد شریف علامہ امام شہید
میں یوں ہے بارہویں تاریخ ربیع الاول دو شنبہ کے دن وقت صبح صادق بعد چھ ہزار سات سو پچاس برس کے زمانہ آدم سے اس قسم کی جا بجا
[illegible] مکتوب ہے و رسائل میلاد یہ اور زبان [illegible] اور عربی مولد برزنجی میں ہے [illegible] من عام التسعين [illegible] شهر ربيع [illegible] ولد فيه صلى الله
عليه وسلم [illegible] علامہ [illegible] کے مولد میں ہے [illegible] عشر من ربيع الاول [illegible] الاثنين [illegible] مکتوب
[illegible] رسائل میں [illegible] مشہور رسائل ولادت کا صاف اقرار ہے کہ آپ اس زمانہ میں پیدا ہوئے نہ یہ کہ اب محفل میں پیدا ہوئے [illegible]
[illegible] کے بیان اور [illegible] کا جواب [illegible] کے [illegible] قباحت میں [illegible] نہیں ایک آیت کلام مجید اور
[illegible] کی اس مقام [illegible] انما يفترى الكذب الذين [illegible] اب تیسری قباحت جو یہ لوگ قیام میں پیدا کرتے ہیں کہ
حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لوگ حاضر ناظر جانتے ہیں یہ شرک ہے اس کی تحقیق یہ ہے کہ ارواح انبیاء کا جسم چھوڑنا اور حدیث

[illegible] اس سے شرک دون شرک بھی ثابت ہوا اور مشابہ شرک کی مخالفت بھی ہوگی اور حرکت
تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ کی تعظیم [illegible] ہو گئی اور حرکت کا احتمال شرکیہ بھی باطل ہو گیا [illegible] حرکت
[illegible] ہو گیا [illegible] عبادت [illegible] رسول [illegible] کرنا ہر حال شرک ہے اور اطاعت و بیعت کو اس سے کچھ مناسبت نہیں حرکت
[illegible] اب حرکت کی جرأت [illegible] اور بے [illegible] سب [illegible] کے [illegible] اور اس کی [illegible] تقریر [illegible]
[illegible] اب دوسری قباحت کا قول معترض کے کلام کو [illegible] نہیں سمجھا [illegible] کہ گویا اب پیدا ہوئے [illegible] پیدا [illegible]
[illegible] قیام تعظیم کا [illegible] کرتے ہیں اور دوسرا امر [illegible] مجلس [illegible] ہوتا ہے [illegible] کی وجہ سے [illegible] اور پہلے امر
کو مشابہ فعل ہنود کے فرضی امر کرنے میں کہتا ہے معترض یہ نہیں کہتا کہ اس وقت پیدا ہونا عقیدہ رکھتے ہیں کیونکہ
[illegible] ہے پس یہ حرکت کا جواب اس کے اعتراض کا جواب نہیں [illegible] ہم صراحتہً نام تاریخ اور دن کا لیتے ہیں
[illegible] عقیدہ نہیں [illegible] اس اعتراض سے کیا مناسبت رکھتا ہے وہ اعتراض [illegible] کہ فرضی امر کو اصل جیسا بنا کر اصل کو
[illegible] حرکت [illegible] اور [illegible] سا ہے [illegible] اس قسم حرکت پر [illegible] اور انصاف کریں کہ معترض کی [illegible]
ہے [illegible] تیسری قباحت کا قول [illegible] کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں
زندہ ہیں اور عالم غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں باذن تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں اور اس عالم میں بھی بحکم ہو آ سکتے ہیں

شہ بے کار [illegible] حجت لگا لے [illegible]

براہینِ قاطعہ

بجواب

انوارِ ساطعہ

مروجہ مولود وفاتحہ اور شرک و بدعات و رسومات کے رد میں لاجواب کتاب جس میں
مولوی عبدالسمیع رامپوری کی کتاب انوار ساطعہ کا مفصل جواب اور مولانا احمد رضا
کے بہتانات کے شافی جواب شامل ہیں

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری

حسب الحکم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

ضمیمہ

از مولانا محمد منظور نعمانی

دار الاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ اردو بازار کراچی

منصب تدریس، تبلیغ اور افتاء

[illegible]

[illegible]

مسائل کا علمی اور عملی پہلو

[illegible]

[illegible]

حیات النبی ﷺ پر امت کا اجماع ہے

[illegible]

[illegible]

خطباتِ حکیم الاسلام

جلد نمبر ۷

قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند انڈیا

ناشر
مکتبۃ العلم
[illegible] پاکستان
Ph: 37231788 37211788

[illegible]

[illegible]

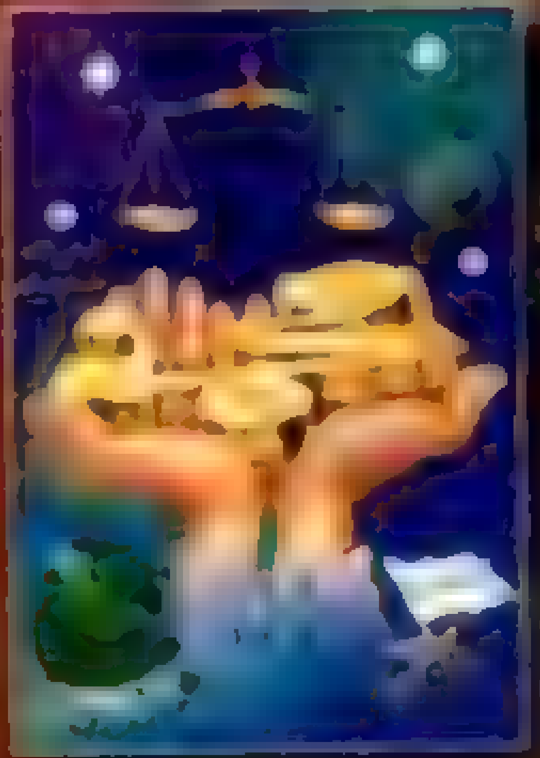
[illegible]

انبیاء کرام کی حیات و ممات کی امتیازی خصوصیت

[illegible]

[illegible]

[illegible]



ناجائز(۴۵)اسی کو شیخ نے لکھا ہے کہ وان الاستمداد باھل القبور الی قولہ فقد انکرہ کثیر من الفقھاء الخ. انبیاء کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں (۴۶) تیسرے یہ کہ دعاء مانگے الٰہی بحرمۃ فلاں میرا کام پورا کردے یہ بالاتفاق جائز ہے(۴۷)اور تمام شجروں میں موجود ہے اسی وجہ سے اقوال علماء میں اختلاف ہے کہ استمداد لفظ مشترک ہے کسی نے کسی کو لیا کسی نے کسی کو قول ہر ایک کا اپنی معنی

=المؤمن عدم التموہ بذلک، وأن لایحوم حول حماہ، وقد عدہ أناس من العلماء شرکاً، وان لایکنہ، فھو قریب منہ (روح المعانی،[المائدۃ ۳۵]،ج:۲،ص:۱۲۸،ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

(۴۵) می گوید ای فلاں از خداوند بخواہ کہ فلان کار مرا و مقصد مرا بر آورد کن، این صورت بر مسالہ ی سماع است، پس کسانی کہ سماع موتی را قائل اند این را روا می دارند، ونافیان سماع این ر ناروا می دانند. (فتاوای منبع العلوم، کتاب العقائد، باب مایتعلق بالانبیاء والصلحاء، ج:۱، ص ۱۵۵، ط، کتب خانہ ملی ایران)

(۴۶)عندنا وعند مشائخنا حضرۃ الرسالۃﷺ حی فی قبرہ الشریف و حیوٰتہ ﷺ دنیویۃ من غیر تکلیف وھی مختصۃ بہﷺ وبجمیع الأنبیاء صلوات اللّٰہ علیھم والشھداء لا برزخیۃ کما ھی حاصلۃ لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیہ العلامۃ السیوطی فی رسالتہ انباء الاذکیاء بحیوٰۃ الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی 'حیوٰۃ الانبیاء والشھداء فی القبر کحیوٰتھم فی الدنیا ویشھد لہ صلوۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ فان الصلوٰۃ تستدعی جسداً حیاً" الی اخر ما قال "فثبت بھذا ان حیوٰتہ دنیویۃ برزخیۃ لکونھا فی عالم البرزخ" ولشیخنا شمس الاسلام والدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس اللّٰہ سرہ العزیز فی ھذا المبحث رسالۃ مستقلۃ دقیقۃ المأخذ بدیعۃ المسلک لم یر مثلھا قد طبعت و شاعت فی الناس واسمھا "آب حیات" ای ماء الحیوٰۃ. (المھند علی المفند، ص. ۳۶،۳۷،ط، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۴۷) قال العلامۃ خلیل احمد السھارنفوی نور اللّٰہ مرقدہ:عندنا وعند مشائخنا=

فتاوی رشیدیہ (کامل)

افادات

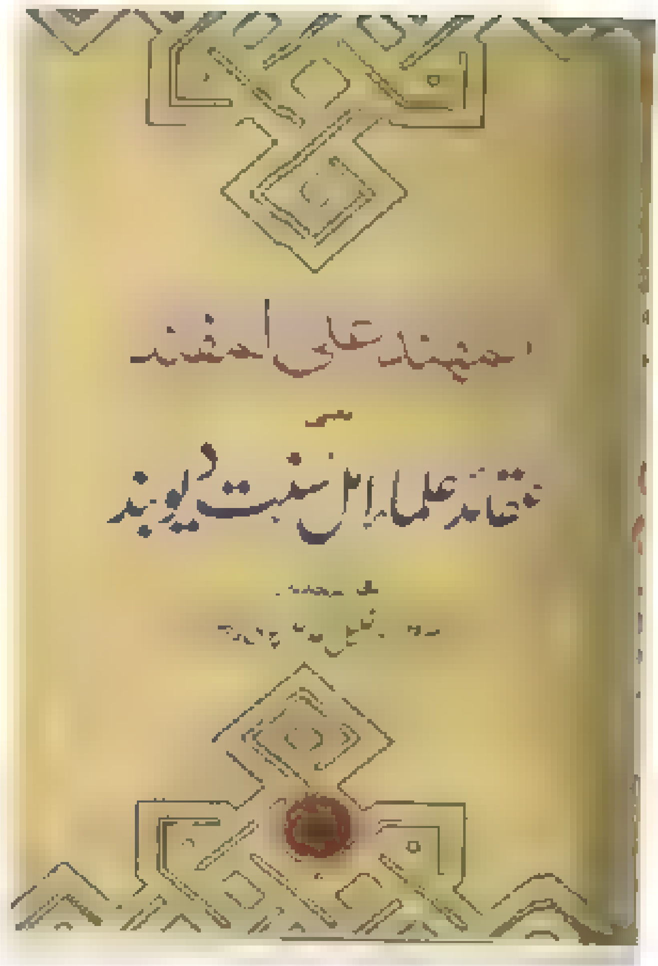
قطب الاقطاب فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد
گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ

جلد اول

جدید مطول حاشیہ
احقر العباد محمد خالد حنفی
فاضل جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ

المكتبة الحنفية

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہ
حضرت مولانا میر احمد حسن صاحب امروہوی قدس سرہ
حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اعظم دار العلوم دیوبند
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ
حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہ
حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبند
حضرت مولانا قدرت اللہ صاحب مدرسہ مراد آباد رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی، رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا محمد احمد صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ دار العلوم دیوبند
حضرت مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند
حضرت مولانا محمد رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبند
حضرت مولانا عبد الصمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند



حضرت مولانا حکیم محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہٹوری دہلی
حضرت مولانا ریاض الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ عالیہ میرٹھ
حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلی
حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب و حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مدرسہ امینیہ دہلی
حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا سراج احمد صاحب مدرسہ قومیہ میرٹھ
مولانا قاری محمد اسحٰق صاحب مدرسہ اسلامیہ میرٹھ
مولانا حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا حکیم محمد مسعود احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارنپوری
حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارنپوری

السؤال الخامس

پانچواں سوال

ما قولكم في حياة النبي عليه الصلاة

کیا فرماتے ہو جناب رسول مقبول علیہ السلام

۳۴

والسلام في قبره الشريف هل ذلك أمر
مخصوص به أم مثل سائر المؤمنين
رحمة الله عليهم حياة برزخية .

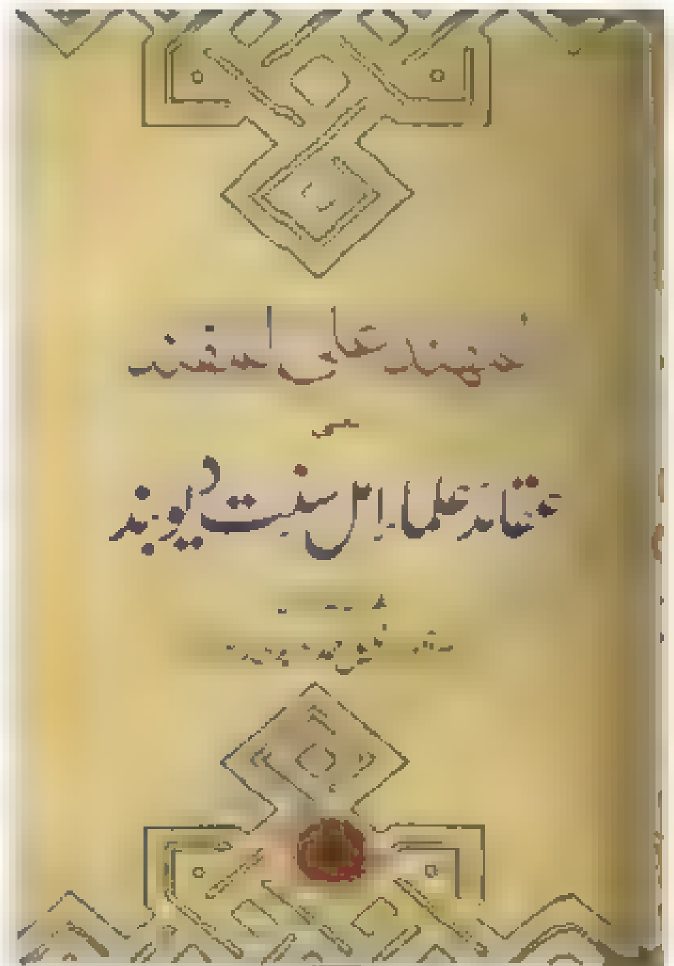
کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات
آپ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی
حیات ہے۔

الجواب

جواب

عندنا وعند مشايخنا حضرة الرسالة
صلى الله عليه وسلم حي في قبره الشريف
وحياته صلى الله عليه وسلم دنيوية
من غير تكليف وهي مختصة به
صلى الله عليه وسلم وبجميع الأنبياء
صلوات الله عليهم والشهداء لا برزخية
كما هي حاصلة لسائر المؤمنين بل
لكل الناس كما نص عليه العلامة
السيوطي في رسالته إنباء الأذكياء
بحياة الأنبياء حيث قال قال الشيخ
تقي الدين السبكي حياة الأنبياء و
الشهداء في القبر كحياتهم في الدنيا
ويشهد له صلاة موسى عليه السلام
في قبره فإن الصلاة تستدعي جسداً
حياً إلى آخر ما قال فثبت بهذا أن
حياته دنيوية برزخية لكونها في عالم

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے
نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک
میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے
بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے
آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء
کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام
مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی
نے اپنے رسالہ "انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء"
میں بتصریح لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ
علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء
و شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا
میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں
نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ
جسم کو چاہتی ہے الخ پس اس سے ثابت
ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی
ہے اور اس معنی کر برزخی بھی ہے کہ عالم



۳۵

ولشيخنا شمس الإسلام و

برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا

علیہم السلام کی میراث ورثاء میں تقسیم نہیں ہوتی "نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما [illegible]
صدقہ" انبیاء علیہم السلام کا تمام ترکہ صدقہ ہوتا ہے یہ باتیں شبہ سے [illegible] ثابت ہیں [illegible]
[illegible] اگرچہ شریعت سے اس کا کوئی خاص [illegible] نہیں [illegible] مگر علماء محققین یہی [illegible]
[illegible] حیات انبیاء علیہم السلام [illegible] حیات [illegible] اور [illegible] الٰہی [illegible]
[illegible] انبیاء علیہم السلام [illegible] حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کے [illegible] خصوصیت [illegible]
[illegible] انبیاء علیہم السلام [illegible]
[illegible] علیہم السلام [illegible] حیات [illegible]
السلام [illegible] اتفاق امت [illegible]
علیہم السلام [illegible] ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات

اور خاص ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں [illegible] کی حیات کے معتقد ہیں [illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات [illegible] چنانچہ [illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible] چند صدی بعد [illegible]
[illegible] علیہ وسلم کے جسد اطہر کے نکالنے [illegible] مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] میں مشغول رہتے تھے [illegible]
[illegible] کے وقت اس مکان سے قبر شریف کی طرف سرنگ کھودتے تھے اور جس قدر سرنگ [illegible]
[illegible] راتوں رات [illegible] باہر پھینک آتے تھے [illegible] تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے [illegible]
[illegible] وہ لوگ سرنگ کھودنے میں مشغول رہے جب [illegible] ان لوگوں نے یہ کام شروع کیا [illegible]
نے اس زمانے کے سلطان کو [illegible] بذریعہ خواب متنبہ کر دیا۔

(اس سلطان کا نام نور الدین زنگی رحمہ اللہ تھا۔ یہ واقعہ علامہ سمہودی رحمہ اللہ نے وفاء الوفاء
[illegible] المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں نقل کیا ہے۔ [illegible])

اشرف الجواب

اسلام پر اعتراضات و شبہات پر [illegible]
دلچسپ جوابات [illegible]

[illegible]

بھی اور مرنے سے پہلے بھی اللہ کی طرف سے سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس دھمکی پر وہ ہنستے تھے اور اکثر وہ کہا بھی کرتے تھے کہ ایسا کب ہوگا؟ تو اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ) کیا یہ ہمارے عذاب کا تقاضا کر رہے ہیں، سو وہ (عذاب) جب اُن کے رُوبرو آنازل ہوگا، سو وہ دن ان لوگوں کا جن کو (پہلے سے) ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی برا ہوگا (کہ وہ عذاب ٹل نہ سکے گا) اور (جب یہ بات ہے کہ ان لوگوں پر عذاب واقع ہونے والا ہے تو) آپ (تسلی رکھئے اور) تھوڑے زمانہ تک (صبر کیجئے اور) ان (کی مخالفت اور ایذا رسانی) کا خیال نہ کیجئے اور (ذرا ان کی حالت کو)

دیکھتے رہئے (یعنی منتظر رہئے) سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے (یعنی آپ کو تو ہمارے کہنے سے یقین ہے ہی آنکھوں سے دیکھ کر انہیں بھی یقین آجائے گا)۔

معارف ومسائل

اسلام کے بنیادی عقائد کو دلائل وشواہد سے ثابت کرنے کے بعد ان آیتوں میں کفار کی ہٹ دھرمی کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تمنا کیا کرتے تھے کہ اللہ کا کوئی پیغمبر آئے تو یہ اس کی پیروی کریں، لیکن جب آپ تشریف لے آئے تو انہوں نے ضد اور عناد وغیرہ اختیار کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ان لوگوں کی ایذا رسانیوں سے رنجیدہ نہ ہوں، عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ آپ غالب اور فتح یاب ہوں گے اور یہ مغلوب اور تباہ، مذہب آخرت میں تو اس کا مکمل مظاہرہ ہوگا ہی، دنیا میں بھی اللہ نے دکھا دیا کہ غزوۂ بدر سے لے کر فتح مکہ تک ہر جہاد میں اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ظفر مند کیا، اور آپ کے مخالفین ذلیل وخوار ہوئے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا (الیٰ قولہٖ تعالیٰ) إِنَّهُمْ لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ،

(آیت) کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے یہ بات پہلے سے طے کر دی ہے کہ ہمارے خاص بندے یعنی پیغمبر ہی غالب ہوتے ہیں۔ اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ بعض پیغمبروں کو دنیا میں غلبہ حاصل نہیں ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ معلوم پیغمبروں میں اکثریت تو ایسے ہی حضرات کی ہے جن کی قومیں انہیں جھٹلا کر عذاب میں مبتلا ہوئیں، اور ان حضرات کو عذاب سے محفوظ رکھا گیا۔ صرف چند انبیاء علیہم السلام ایسے ہیں جنہیں دنیا میں آخر وقت تک بظاہر مادی طور پر غلبہ نہ مل سکا لیکن دلیل وحجت کے میدان میں ہمیشہ وہی سربلند رہے، اور نظریاتی فتح ہمیشہ انہی کو حاصل ہوئی، ہاں اس سربلندی کے مادی آثار کسی خاص حکمت مثلاً آزمائش وغیرہ کی وجہ سے آخرت تک موخر کر دیئے گئے۔ لہٰذا بقول حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ذلیل رہزن کسی بڑے حاکم افسر کے ساتھ سفر کی حالت میں لوٹ مار کرنے لگے، مگر وہ حاکم اپنی خداداد دماغی کی وجہ سے ہرگز اس ذلیل رہزن کی خوشامد نہیں کرے گا، حتی کہ جب وہ حاکم اپنے دارالحکومت میں پہنچے گا اس رہزن کو گرفتار کر کے سزا دے گا۔ لہٰذا اس عارضی غلبہ کی وجہ سے نہ اس رہزن کو حاکم کہہ سکتے ہیں اور نہ اس افسر کو محکوم، بلکہ اصلی حالت کے اعتبار سے وہ رہزن اس عہدے میں بھی محکوم ہے، اور وہ افسر اس مغلوبیت میں بھی

معارف القرآن

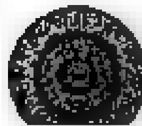
جلد

۷

لقمان، الم سجدہ، احزاب، سبا، فاطر، یٰس، صٰفّٰت، ص، زمر
مومن، حٰم سجدہ، شوریٰ، زخرف، دخان، جاثیہ، احقاف
پارہ ۲۱ رکوع ۱۰ تا پارہ ۲۶ رکوع ۴

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مفتی اعظم پاکستان

مکتبہ معارف القرآن کراچی



کرنا حق سمجھنا نہیں تھا، بلکہ ہمارا مقصد احسان و توفیق تھا یعنی فریقین کے لئے کوئی بھلائی اور مصالحت کی راہ تلاش کرنا مقصود تھا۔

چوتھی آیت میں اس کا جواب آیا کہ ان کے دلوں میں جو کفر و نفاق ہے اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف اور باخبر ہیں، ان کی تاویلیں غلط اور قسمیں جھوٹی ہیں، اس لئے آپ ان کے عذر کو قبول نہ فرمائیں، اور حضرت عمرؓ کے خلاف دعویٰ کرنے والوں کا دعویٰ رد فرما دیں، کیونکہ اس منافق کا کفر واضح ہو چکا تھا۔

اس کے بعد فرمایا کہ ان منافقین کو بھی آپ خیر خواہانہ نصیحت فرمائیں جو ان کے دلوں پر اثر انداز ہو، یعنی آخرت کا خوف دلا کر ان کو مخلصانہ اسلام کی طرف دعوت دیں یا دنیوی سزا کا ذکر کر دیں کہ اگر تم نفاق سے باز نہ آئے تو کسی وقت نفاق کھل جائے گا، تو تمہارا بھی یہی انجام ہوگا جو بشر منافق کا ہوا۔

پانچویں آیت میں اول تو ایک عام ضابطہ بتلایا کہ ہم نے جو رسول بھیجا وہ اسی لئے بھیجا کہ سب لوگ فرمان خداوندی کے مطابق اس کے احکام کی اطاعت کریں، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جو شخص رسولؐ کے احکام کی مخالفت کرے اس کے ساتھ کفار جیسا معاملہ کیا جائے گا اس سے حضرت عمرؓ نے جو عمل کیا وہ صحیح ہوا، اس کے بعد ان کو خیر خواہانہ مشورہ دیا گیا ہے کہ یہ لوگ تاویلات باطلہ اور جھوٹی قسموں کی بجائے اپنے قصور کا اعتراف کر لیتے، اور آپ کے پاس حاضر ہو کر خود بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی مغفرت کی دعاء کرتے، تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی توبہ قبول فرما لیتے۔

اس جگہ قبول توبہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعاء مغفرت کرنے کی شرط غالباً اس لئے ہے کہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر حملہ کیا، اور آپ کے فیصلہ کو نظر انداز کر کے آپ کو ایذا پہنچائی، اس لئے ان کے جرم کی توبہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کو شرط کر دیا گیا۔

یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا، کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لئے دعاء مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضۂ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا، اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا، اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسولؐ اس کے لئے دعاء

سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لئے دعاءِ مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضۂ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا، اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا، اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسولؐ اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں، اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضۂ اقدس کے اندر سے آواز آئی قَدْ غُفِرَ لَکَ، یعنی مغفرت کر دی گئی (بحر محیط)۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے

لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے۔

خلاصۂ تفسیر

پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ (جو صرف زبانی ایمان ظاہر کرتے پھرتے ہیں عند اللہ) ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے (اور آپ نہ ہوں تو آپ کی شریعت سے) فیصلہ کراویں پھر (جب آپ تصفیہ کر دیں تو) اس آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں (انکار کی) تنگی نہ پاویں اور (اس فیصلہ کو) پورا پورا (ظاہر سے باطن سے) تسلیم کر لیں۔

معارف و مسائل

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرنا کفر ہے

اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور علو مرتبت کے اظہار کے ساتھ آپ کی اطاعت جو بے شمار آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہے اس کی واضح تشریح بیان فرمائی ہے، اس آیت میں قسم کھا کر حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک مؤمن یا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو ٹھنڈے دل سے پوری طرح تسلیم نہ کرے کہ اس کے دل میں بھی اس فیصلہ سے کوئی تنگی نہ پائی جائے۔

معارف القرآن

جلد
۲

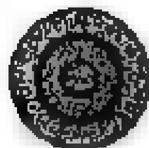
سورۂ آل عمران و سورۂ نساء

پارہ ۳، رکوع ۹ تا پارہ ۶، رکوع ۴

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان

مکتبہ معارف القرآن کراچی



ثبت على عصاه فقبض روحه وهو متكئ عليها فبقي كذلك حتى أكلت الأرضة العصا ثم فتحوا عنه وأرادوا أن يعرفوا وقت موته فوضعوا الأرضة على العصا فأكلت يوماً وليلة مقداراً فحسبوا على ذلك فوجدوه قد مات منذ سنة

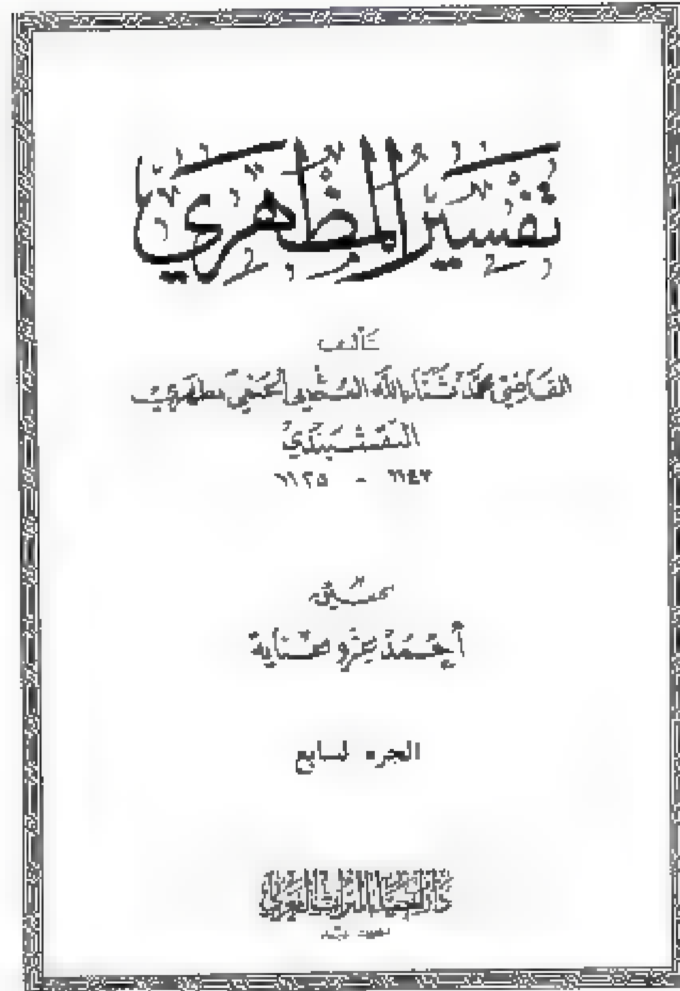
﴿مَا دَلَّهُمْ﴾ أي الجن أو آله ﴿عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ﴾ أي الأرضة التي يقال لها بالفارسية ديوك وهي دابة صغيرة تأكل الخشب والمراد بالأرض الثرى أضيف إليه الدابة، وقيل الأرض مصدر أرضت الخشبة بالبناء للمفعول أي أكلتها الأرضة فهو من قبيل إضافة الشيء إلى فعله كما في بقرة الحرث ورجل الحرب ﴿تَأْكُلُ﴾ حال من دابة الأرض ﴿مِنسَأَتَهُ﴾ أي عصاه من نسأت الغنم أي زجرتها وسقتها ومنه نسأ الله في أجله أي أخره، قرأ نافع وأبو عمرو بألف ساكنة بدل الهمزة وابن ذكوان بهمزة ساكنة والباقون

بهمزة مفتوحة على الأصل فإنه مفعول تأكل وحمزة إذا وقف جعلها بين بين ﴿فَلَمَّا خَرَّ﴾ أي سقط سليمان على الأرض ﴿تَبَيَّنَتِ﴾ أي ظهرت ﴿الْجِنُّ أَن﴾ مخففة من الثقيلة اسمه ضمير الشأن محذوف ﴿لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ﴾ ما غاب عنهم كموت سليمان ﴿مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ﴾ أي في التعب والمشقة مسخرين لسليمان وهو ميت يظنونه حياً أن مع صلته بدل إشتمال من الجن يعني ظهر عدم علمهم بالغيب على الناس لأنهم كانوا يشهدون ذلك على الإنس ويؤيد هذا التأويل قراءة ابن مسعود وابن عباس تبينت الإنس أي علمت ﴿أَن لَّوْ كَانُوا﴾ أي الجن يعلمون الغيب ما لبثوا في العذاب المهين، وقيل معنى الآية علمت الجن أن لو كانوا يعلمون الغيب الخ وهذا التأويل مستبعد جداً فإن الجن كانوا يعلمون جهلهم وإنما كانوا يدعون علمهم بالغيب عند الإنس، قال البغوي ذكر أهل التاريخ أن سليمان كان عمره ثلاثاً وخمسين سنة ومدة ملكه أربعون سنة وملك يوم ملك وهو ابن ثلاث عشرة سنة وابتدأ في بناء بيت المقدس لأربع سنين مضين في ملكه

﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ (١٥) فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ (١٦) ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ (١٧) وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ (١٨) فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ (١٩) وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (٢٠) وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۗ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ (٢١) قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ (٢٢)﴾

أخرج ابن أبي حاتم عن علي بن رباح قال حدثني فلان أن فروة بن مسيك الغطفاني قدم على رسول الله ﷺ فقال يا نبي الله إن سبأ قوم كان لهم في الجاهلية عز وإني أخشى أن يرتدوا عن الإسلام أفأقاتلهم؟ فقال ما أمرت فيهم بشيء بعد فنزلت ﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ﴾ آية أي دلالة على كمال قدرته ووجوب شكره، قرأ البزي وأبو عمرو لسبأ بفتح الهمزة من غير تنوين لأنه صار اسم قبيلة فمنع عن الصرف للتأنيث مع العلمية وقنبل

بإسكانها على نية الوقف والباقون بخفضها مع التنوين لأنه كان اسم رجل، قرأ حفص وحمزة والكسائي مسكنهم بإسكان السين بغير ألف على الإفراد غير أن حمزة وحفص يفتحان الكاف على القياس والكسائي بكسرها حملاً على ما شذ من القياس كالمسجد والمطلع والباقون بفتح السين وكسر الكاف وألف بينهما على الجمع، قال البغوي روى أبو سبرة النخعي عن فروة بن مسيك القطيفي قال قال رجل يا رسول الله أخبرني عن سبأ كان رجلاً أو امرأة أو أرضاً؟ قال: كان رجلاً من العرب وولد له عشرة من الولد تيامن منهم ستة وتشاءم منهم أربعة فأما الذين تيامنوا فكندة والأشعريون والأزد



تفسير المظهري

تأليف

القاضي محمد ثناء الله العثماني الحنفي المظهري النقشبندي

١١٤٣ - ١٢٢٥

تحقيق

أحمد عزو عناية

الجزء السابع

دار إحياء التراث العربي

بيروت - لبنان

Ataunnabi.com

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ، عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنِي أَبِي

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم مجھ کو انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دو۔

٦١٥٢۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ، وَشَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ وَسُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَتَيْتُ وَفِي رِوَايَةِ هَدَّابٍ مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "میں معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر آیا (وہاں سے گزرا) سرخ ٹیلے کے پاس تو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں"

٦١٥٣۔ وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، أَخْبَرَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، كِلَاهُمَا عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى وَهُوَ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ وَزَادَ فِي حَدِيثِ عِيسَى مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي

حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا اس حال میں کہ حضرت موسیٰ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عیسیٰ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ (آپ ﷺ نے فرمایا) کہ معراج کی رات میں گزرا۔

تشریح:

"وهو یصلی فی قبره" یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے جس سے حیات انبیاء کی طرف اشارہ ملتا ہے سنن کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے چنانچہ سنن ابوداؤد کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ "رد اللہ علی روحی" اہل سنت والجماعت کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں حیات ہیں اور موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیات جاودانی عطا فرمائی ہے مسئلہ یہ ہے کہ حیاۃ الانبیاء میں کسی کا کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں

حدثنا سفيان، عن عمرو بن يحيى، عن أبيه، عن أبي سعيد الخدري، قال: قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم: لا تخيروا بين الأنبياء وفي حديث ابن نمير، عمرو بن يحيى، حدثني أبي

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم مجھ کو انبیاء کرام علیہم السلام
کے درمیان فضیلت نہ دو۔

٦١٥٢۔ حدثنا هداب بن خالد، وشيبان بن فروخ، قالا حدثنا حماد بن سلمة، عن ثابت البناني
وسليمان التيمي، عن أنس بن مالك، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أتيت وفي رواية
هداب مررت على موسى ليلة أسري بي عند الكثيب الأحمر، وهو قائم يصلي في قبره

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "میں معراج کی رات
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر آیا وہاں سے گزرا سرخ ٹیلے کے پاس تو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ
رہے ہیں"

٦١٥٣۔ وحدثنا علي بن خشرم، أخبرنا عيسى يعني ابن يونس، ح وحدثنا عثمان بن أبي شيبة،
حدثنا جرير، كلاهما عن سليمان التيمي، عن أنس، ح وحدثناه أبو بكر بن أبي شيبة، حدثنا عبدة
بن سليمان، عن سفيان عن سليمان التيمي، سمعت أنسا، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم: مررت على موسى وهو يصلي في قبره وزاد في حديث عيسى مررت ليلة أسري بي

حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس
سے گزرا اس حال میں کہ حضرت موسیٰ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عیسیٰ کی روایت کردہ حدیث میں ہے
کہ (آپ ﷺ نے فرمایا) کہ معراج کی رات میں گزرا۔

تشریح:

"وهو يصلي في قبره" یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے جس سے حیات
انبیاء کی طرف اشارہ ملتا ہے سنن کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے چنانچہ سنن ابو داؤد کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔
"رد الله علی روحی" اہل سنت والجماعت کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں حیات ہیں اور موت کے
بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیات جاودانی عطا فرمائی ہے مسئلہ یہی ہے کہ حیاۃ الانبیاء میں کسی کا کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں

فیه لا اشکال فی هذا اصلاً وذلک ان الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام افضل من الشهداء ... احیاء عند ربهم فالانبیاء بطریق الاولی۔

(۲) اسی طرح کی عبارت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی بھی ہے یہ حضرات اس حدیث کی وضاحت فرماتے ہیں ... حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو میں نے دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ الفاظ یہ ہیں

مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره (رواہ مسلم)

(۳) قاضی شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں:

وورد النص فی کتاب الله فی حق الشهداء انهم احیاء یرزقون وان الحیاة فیهم متعلقة بالجسد ... بالانبیاء والمرسلین۔

علامہ سخاوی اپنی مشہور کتاب "القول البدیع" میں فرماتے ہیں۔

"نحن نؤمن ونصدق بانه ﷺ حی یرزق وان جسده الشریف لا تاکله الارض والاجماع علی هذا ..."

(۵) گیارہویں صدی ہجری کے مشہور محدث علامہ محمد بن علان صدیقی دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین میں حیات ... اثبات میں لکھتے ہیں للنصوص والاجماع علی انه ﷺ حی فی قبره علی الدوام ص ۲۰۲ ج ۴

(۶) فقیہ النفس بیہقی الزمان حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں، انبیاء کو اسی وجہ سے ... کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ (ص: ۵۹)

یہ سب دلائل اور یہ سب حوالہ جات حضرت رسالت مآب ﷺ کی حیات جاودانی کے اثبات کے لیے کافی وشافی ہیں ... کا تو کوئی علاج نہیں ہے لیکن اگر دلائل کی دنیا میں دیکھا جائے تو اتنے کثیر دلائل کے بعد اس اجماعی عقیدہ میں شک ... بہت بڑی جسارت ہے۔ مگر کیا کیا جائے طبیعت پرستی شریعت پرستی پر غالب آگئی ہے ایک طرف اس طرح افراط ... اکرم ﷺ کو صلوٰۃ وسلام سننے کے لیے اپنی مخفوں گھروں اور حجروں میں بلا کر حاضر وناظر جان کر خطابات ... دوسری طرف اس تفریط کو دیکھیں کہ روضہ اطہر پر حاضری کے دوران سلام پیش کرنے والے کے سلام کو ... حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر طرح انکار کرتے ہیں۔ فالی الله المشتکیٰ

ہے لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حیات مستمرہ اور دائمی نہیں ہے بلکہ بعض اوقات سلام کے جواب کے لیے جسد اطہر میں روح لوٹائی جاتی ہے تب آپ جواب دیتے ہیں اس سوال کا علماء کرام اور شارحین حدیث نے کئی جوابات دیے ہیں۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے تقریباً پندرہ جوابات دیے ہیں مگر اس حدیث میں تین جوابات ایسے ہیں جو کافی ہیں اور یاد رکھنے کے بھی ہیں۔

(۱) روح کا جو لفظ ہے اس سے مراد نطق ہے یعنی رد اللہ علی نطقی (کذا قال ابن حجر رحمہ اللہ فی فتح الباری)

(۲) الا رد اللہ علی روحی کا جو جملہ ہے یہ در حقیقت حال واقع ہے اور قاعدہ کے مطابق یہاں قد محذوف ہے اصل عبارت اس طرح ہے "الا وقد رد اللہ علی روحی" یعنی جو بھی سلام پیش کرتا ہے تو حالت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ میری روح لوٹا چکا ہوتا ہے۔ (کذا قال البیہقی وابن حجر والسیوطی)

تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ کی روح مبارک ہر وقت تجلیات الٰہیہ کے مشاہدہ میں ملاء اعلیٰ میں مشغول رہتی ہے اور آنحضرت ﷺ مکمل طور پر اسی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن جب قبر کے پاس کوئی سلام پیش کرتا ہے تو جواب کے لیے روح لوٹا دی جاتی ہے تب آپ جواب دیتے ہیں اس جواب پر یہ اشکال ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر ہر وقت اطراف عالم سے سلام پیش کیا جاتا ہے پھر اتصال روح کا کیا تصور ہو سکتا ہے؟۔

بہرحال یہ عالم برزخ کا مسئلہ ہے بہتر یہی ہے کہ کھود کرید کے بغیر اسے تسلیم کیا جائے کہ حضور ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں قریب والوں کو سن کر دیتے ہیں اور بعید والوں کا سلام فرشتے آپ تک پہنچاتے ہیں اور آپ جواب دیتے ہیں جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔

حیات النبی ﷺ کا مسئلہ

اس مسئلہ کو لکھتے وقت میرا ہاتھ کانپ رہا ہے اور میرے دل پر ایک ہیبت طاری ہو گئی ہے کیونکہ یہ نہایت نازک مسئلہ ہے جس میں تحقیق کرنا آسان کام نہیں ہے لیکن چونکہ آج کل یہ مسئلہ بعض اطراف میں شدت اختیار کر گیا ہے اس لیے میں اثبات حیات النبی سے متعلق چند گزارشات کروں گا امید ہے کہ اعتدال پسند اور حق پسند قراء اس کو قبول فرمائیں گے۔

میں نے توضیحات جلد دوم ص ۳۵۰ پر سماع موتی کے ضمن میں بھی کچھ لکھا ہے یہاں اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نقل نہیں کر رہا ہوں اور اس مسئلہ میں اختلاف کی گنجائش ہے اور نہ امت مسلمہ میں کسی قابل ذکر آدمی کا انکار نظر سے گزرا ہے مگر یہاں حیاۃ

ہو درود وسلام پیش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ زندہ ہی نہیں ہوں گے تو کیسے سنیں گے میں کہتا ہوں کہ
کیونکہ میرا جسم محفوظ ہوگا جسم کے محفوظ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ میں زندہ ہوں گا اور زندہ آدمی سنتا ہے
حفاظت کی بات صرف اجساد کی حفاظت نہیں بلکہ صحابہ کے عدم حیات کے تصور کا پورا پورا جواب ہے۔

دوسری دلیل:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث جو مشکوۃ ص ۱۲۱ پر مذکور ہے جس کے چند الفاظ یہ ہیں۔

قال قلت وبعد الموت؟ قال ان الله حرم على الارض ان تأكل اجساد الانبياء فنبي الله حي يرزق
ابن ماجہ) قال ابن حجر رجاله ثقات وقال الشوكاني سنده جيد وقال الملا علي القاري باسناد جيد
مير ك عن المنذري وله طرق كثيرة بالفاظ مختلفة (مرقات ج ۳ ص ۲۴۲)

کثرت طرق کی وجہ سے یہ حدیث بے غبار ہے اگر چہ اس پر انقطاع یا ارسال کا اعتراض کیا گیا ہے لیکن کثرت طرق
اعتراض بے جا ہے۔ اسی طرح ایک مرفوع حدیث کے بارے میں یہ کہنا بھی بے جا ہے کہ "فنبي الله حي يرزق"
مدرج ہے آخر کیوں مدرج ہے کیا دلیل ہے اور اگر مدرج بھی ہو تو حیات النبی کے لیے اس جملہ کے علاوہ حدیث کا بقیہ حصہ
اور اس سے پہلے جو حدیث گزری ہے وہ کافی ہے کیونکہ بقاء جسد کا جواب اس سوال کے بعد آیا ہے کہ موت کے بعد درود
پیش ہونا کیسے ہو سکتا ہے جب جسم باقی نہ رہے تو جواب دیا کہ ہو سکتا ہے کیونکہ نبی کا جسم محفوظ ہوتا ہے یعنی نبی زندہ ہوتا ہے۔

تیسری دلیل:

ابو یعلی موصلی نے سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل فرمائی ہے الفاظ یہ ہیں۔

"وعن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الانبياء احياء في قبورهم"

مسند ابو یعلی موصلی وکذا نقلہ علامہ تقی الدین السبکی امام بیہقی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے پھر ابن حجر قاضی شوکانی و
انور شاہ کاشمیری رحمہم اللہ تعالی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملا علی قاری کے الفاظ یہ ہیں:

صح خبر الانبياء احياء في قبورهم يصلون (مرقات ج ۳ ص ۲۴۱)

چوتھی دلیل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں حتی ارد علیہ السلام کے الفاظ ہیں۔

پانچویں دلیل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت مشکوٰۃ ص ۸۷ پر ہے، جس کے کچھ الفاظ یہ ہیں

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ (بیہقی)

یہ چند احادیث ہیں جو اہل سنت والجماعت کے مسلک کے دلائل ہیں اس کو کرید کرید کر ضعیف قرار دینا مجھ سے بالاتر ہے جب ایک حدیث ثابت ہے اس کو خواہ مخواہ ضعیف کرنے کی مجبوری کیا ہے؟ آیا کوئی ایسی روایت اور صحیح حدیث ہے جو ہمیں عدم حیات النبی پر مجبور کر رہی ہے؟ یا کوئی اجماع امت ہے جو ہمیں عدم حیاۃ النبی کی دعوت دے رہا ہے؟ جس کو ہم قبول کریں اور مذکورہ احادیث کو اس کی وجہ سے ترک کریں۔ اگر کوئی کہہ دے کہ قرآن اعلان کرتا ہے کہ ﴿انک میت وانہم میتون﴾ اس سے موت ثابت ہے میں کہتا ہوں کہ اگر یہ موت ایسی موت ہے جس کے بعد کوئی حیات نہیں تو پھر مرنے کے بعد دائمی موت مان لو اور اعلان کردو کہ بعث بعد الموت نہیں ہے حشر و نشر نہیں ہے جنت اور دوزخ اور اس کا ثواب وعذاب نہیں ہے کیونکہ موت ابدی اور دائمی ہے۔ اور اگر یہ اعلان نہیں کر سکتے ہو اور مانتے ہو کہ اس آیت میں جس موت کا ذکر ہے اس کے بعد حیات ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ احادیث میں آنحضرت ﷺ کے لیے قبر شریف میں جس حیات کو ثابت کیا گیا ہے وہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے جس کا انکار بہت ہی خطرناک ہے باقی قبر کو ایک [illegible] ثابت کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے قبر اگرچہ ایک طویل برزخی مقام کا نام ہے مخصوص گڑھا نہیں ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ مخصوص قبر اور مخصوص گڑھا قبر کے لفظ کا پہلا مصداق ہے جس کی طرف متعدد نصوص میں اشارہ کیا گیا ہے اور بہت سارے اہل لغت نے اس کی تصریح کی ہے گویا برزخ کی پہلی منزل قبر ہے قبر سے برزخ شروع ہوتا ہے جہاں بھی قبر ہو۔

چھٹی دلیل:

قال اللہ تعالیٰ ﴿بل احیاء عند ربہم یرزقون﴾

یہ آیت شہداء کی حیات کے بارے میں ہے جب شہداء کا یہ مقام ہے تو انبیاء کا مقام تو اس سے اعلیٰ وارفع ہوگا اس میں کسی شک وتاویل کی نہ گنجائش ہے اور نہ ضرورت ہے۔

(۱) علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ شارح بخاری عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۵ پر فرماتے ہیں۔

النبی کے اثبات میں چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے عرض یہ ہے کہ عالم تین ہیں (۱) عالم دنیا (۲) عالم برزخ (۳) عالم آخرت

عالم دنیا میں بدن متبوع ہے روح اس کا تابع ہے اور احکامات کا تعلق بدن سے ہے عالم برزخ میں روح متبوع ہے بدن تابع ہے احکام کا تعلق روح سے ہے۔ عالم آخرت میں دونوں کی حیثیت مساوی ہے دونوں مسئول ہوں گے اور احکام کا تعلق دونوں سے ہوگا اس کی تفصیل بھی توضیحات جلداول میں موجود ہے۔ جب تین عوالم کی بات سامنے آگئی تو اب یہ کہ بدن کے ساتھ روح کا جو تعلق ہے یہ تین قسم پر ہے۔

اول: انبیاء کرام کے اجساد وابدان ہیں اس کے ساتھ روح کا تعلق اتنا گہرا ہے کہ بدن محفوظ ہونے کے ساتھ ساتھ اس تعلق کا اثر دنیا پر بھی پڑتا ہے لہٰذا کسی نبی کی میراث تقسیم نہیں ہوسکتی اس لیے کہ وہ میراث ہی نہیں ہے کیونکہ زندہ شخص کا مال میراث نہیں ہوتا، نیز انبیاء کرام کے ازواج مطہرات سے نکاح بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ انبیاء کرام کی مضبوط حیات کی نشانی اور علامت ہے۔

دوم: شہداء کے ابدان کے ساتھ ان کی ارواح کا تعلق ہے اس کا اثر اتنا قوی ہے کہ قبر میں بدن گلنے سڑنے سے محفوظ رہتا ہے لیکن اس کا اثر دنیا پر نہیں پڑتا اسی لیے شہداء کی بیواؤں سے نکاح کیا جاسکتا ہے اور ان کی میراث تقسیم کی جاتی ہے۔

سوم: عام مسلمانوں کے ابدان ہیں ان کے ساتھ ان کی ارواح کا تعلق اتنا کمزور ہے کہ اس سے ان کے جسم محفوظ نہیں رہتے ہاں بعض جگہ کوئی خصوصی تعلق ہو تو وہ نادر کے حکم میں ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ قرآنی نصوص اور احادیث مقدسہ کے فرامین کے مطابق محمد ﷺ پر وہ موت آچکی ہے جو موت تمام انسانوں پر آتی ہے اور جس کی طرف ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ میں اشارہ کیا گیا ہے اور ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ میں اس کا اعلان کیا گیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے جسد اطہر کے ساتھ آپ کی روح کا ایسا تعلق ہے جس سے آپ قبر کے پاس سلام کو سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ آپ پر جو موت طاری ہوئی ہے اس کی نوعیت کیسی تھی اور اس کی کیفیت کیا تھی اس کے معلوم کرنے کے ہم مکلف نہیں ہیں ہم صرف اس کے مکلف ہیں کہ آپ پر جو طبعی موت طاری ہوگئی تھی ہم اس کو مان لیں اور اس کا انکار نہ کریں۔

کلام سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے آنحضرت ﷺ پر متعارف موت کا انکار کیا ہے اس لیے کہ
موت کا انکار نہیں کیا البتہ موت کو مانتے ہوئے اس کی کیفیت میں گفتگو کی ہے یہ الگ بحث ہے جس کے ہم مکلف نہیں ہیں۔
حضور اکرم ﷺ کی طبعی متعارف موت کے متعلق حضرت نانوتوی اس طرح اقرار کر کے معتقد رکھتے ہیں چنانچہ حضرت قاسم
نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاص کر سرور انام ﷺ کی نسبت موت کا اعتقاد بھی ضروری ہے۔
(لطائف قاسمیہ ص ۴)

دوسری بات یہ ہے کہ عقائد کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک وہ ضروری عقائد ہیں جس کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور دوسرے وہ
عقائد ہیں جن کا منکر کافر تو نہیں ہوتا ہاں اسے گمراہ یا فاسق قرار دیا جاتا ہے۔ پہلی قسم عقائد کے اثبات کے لیے دلیل قطعی کی
ضرورت ہوتی ہے دلیل ظنی کافی نہیں ہوتی۔ دوسرے قسم کے عقائد کے اثبات کے لیے دلیل ظنی کافی ہوتی ہے دلیل قطعی ضروری
نہیں ہوتی۔ علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ شرح عقائد کی شرح نبراس میں فرماتے ہیں:

ان المسائل الاعتقادية قسمان احدهما مايكون المطلوب اليقين كوحدة الواجب وصدق النبی صلی الله عليه وسلم، وثانيهما ما يكتفی فيها بالظن كهذه المسئلة والاكتفاء بالدليل الظنی انه لايجوز فی الاول بخلاف الثانی (النبراس ۵۹۸)

اب میں حیاۃ النبی ﷺ کے اثبات کے لیے صرف دلائل پیش کرتا ہوں توضیح و تشریح اور تبصرہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے لہٰذا صرف
دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی دلیل:

حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو مشکوۃ ص ۱۲۰ پر مذکور ہے لمبی حدیث ہے چند الفاظ یہ ہیں

قالوا يارسول الله كيف تعرض صلوتنا عليك وقد ارمت اى يقولون قد بليت، قال ان الله عزوجل حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء (سنن نسائی ابوداؤد، دارمی، ابن ماجه، بيهقی) وقد صحح هذا الحديث ابن خزيمة وابن حبان والدار قطنی والنووی فی الاذكار، (ابن كثير ج ۳ ص ۵۱۴)

اس حدیث کی سند مستند ہے صحابہ کرام نے درود و سلام نہ سننے کے لیے پیش کی کہ حضور اکرم ﷺ کا جسم مبارک جب ریزہ ریزہ
ہو چکا ہوگا تو پھر کیسے سنیں گے حضور اکرم ﷺ نے جواب دیا کہ جسم سالم رہے گا یہ در حقیقت ان کے سوال کا جواب ہے کہ تم کہتے

اکابر علماء اور فقہاء کے چند حوالے

(۱) قاضی عیاض رحمہ اللہ کی کتاب شفاء کی شرح شفاء میں ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

بل المعتقد المعتمد انه صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبره کسائر الانبیاء فی قبورهم وهم احیاء عند ربهم وان لارواحهم تعلقا بالعالم العلوی والسفلی کما کانوا فی الحال الدنیوی فهم بحسب القلب عرشیون وباعتبار القالب فرشیون (شفاء ج ۳ ص ۴۹۹ بهامش نسیم الریاض)

(۲) مشہور حنفی عالم و مفسر علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

واختلف فی هذه الحیاة فذهب کثیر من السلف انها حقیقة بالروح والجسد ولکنا لا ندرکها فی هذه النشأة... پھر چند اقوال نقل کرنے کے بعد اس مذکورہ قول کو یوں ترجیح دی: والمشهور ترجیح القول الاول۔

(روح المعانی ج ۲ ص ۲۰)

(۳) مشہور شافعی مفسر علامہ فخر الدین رازی اس مسئلہ میں چند اقوال نقل فرما کر حیات انبیاء پر اس طرح فیصلہ فرماتے ہیں:

الاول انهم فی الوقت احیاء کأن اللہ تعالی احیاهم لایصال الثواب الیهم وهذا قول اکثر المفسرین۔

پھر چند کلمات کے بعد دوبارہ فیصلہ سناتے ہیں:

واعلم ان اکثر العلماء علی ترجیح القول الاول۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۳)

(۴) احناف کا مشہور مفتی اور مستند عالم علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ موانع ارث پر اپنی کتاب الرحیق المختوم میں لکھتے ہیں

عدم موت المورث بناء علی ان الانبیاء احیاء فی قبورهم کما ورد فی الحدیث۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲)

(۵) [illegible] رحمہ اللہ ایک غلط قول کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں

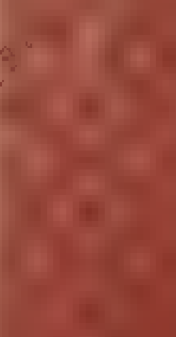
لان الانبیاء علیهم الصلوة والسلام احیاء فی قبورهم (رد المحتار ص ۲۵۹ ج ۳)

(۶) مشہور حنفی عالم و فقیہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی رحمہ اللہ نور الایضاح میں زیارة النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق لکھتے ہیں

ومما هو مقرر عند المحققین انه صلی اللہ علیہ وسلم حی یرزق ممتع بجمیع الملذات والعبادات

(نور الایضاح ص ۱۸۹)





تحفۃ المنعم

اردو شرح

صحیح مسلم

تالیف

حضرت الاستاذ مولانا فضل محمد یوسف زئی دامت برکاتہم
استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

جلد اول

مقدمہ و کتاب الایمان

مکتبہ اویس القرنی
کراچی پاکستان

دنیائے مماتیت کو اہلسنت والجماعت کا چیلنج

مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام پہ ایک آیت کا مطالبہ بھی نہیں ہے اور ہمارا مطالبہ ایک بھی حدیث رسول ﷺ کا بھی نہیں ہے۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ تم چودہ سو سال میں عنایت اللہ شاہ بخاری کے وجود سے پہلے اہلسنت والجماعت کا ایک بزرگ پیش کر دو جو عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام کا منکر ہو۔۔۔؟





متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب

یُصَلُّوْنَ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ وہ نماز پڑھتے ہیں یا فرمایا گیا۔ وَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ اللہ کے نبی زندہ ہیں۔ ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اس حیات سے مراد اگر وہ عمومی حیات ہے جو برزخ میں عام طور پر ہوتی ہے تو پھر اتخصیص کری کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی پھر یہ کہنا کہ نَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یا اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ الخ اس کی ضرورت نہیں۔ یوں کہا جا سکتا تھا۔ اَلْمُسْلِمُوْنَ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یا اَلنَّاسُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ اس لئے کہ حیات برزخی میں سب کے سب شریک ہیں۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کا ذکر کی تخصیص کیا جانا اور اس پر حیات کا لفظ بولا جانا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خصوصی حیات ہے جو عوام کو حاصل نہیں۔

حیات مطلق

پھر یہ کہ اس حیات کے لفظ کو مقید کر کے نہیں لایا گیا۔ یہ نہیں کہا گیا کہ انبیاء علیہم السلام بحیثیت اس کے حیات ہیں۔ یا فلاں جہت سے حیات ہیں بلکہ مطلقاً حی کہا گیا۔ تو جب بھی کوئی چیز مطلق بولی جائے گی، اس کا فرد کامل مراد لیا جائیگا پھر فرد کامل کی صورت سمجھنے کی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہم جسے دنیا میں زندگی کہتے ہیں وہی وہاں سمجھیں کہ وہ بھی زندہ ہیں اور وہ اسی انداز کی زندگی ہے جیسے دنیا میں زندہ ہوتے ہیں ورنہ پھر انبیاء علیہم السلام کے ذکر کی تخصیص اور حیات کے لفظ کا اطلاق تو ایک تخصیص اور ایک اطلاق، تخصیص ذکر کی اور خصوصیت بیان کی اور لفظ حیات کا اطلاق، یہ دونوں مل کر یہ نتیجہ پیدا کرتے ہیں کہ کوئی خاص اور اعلیٰ قسم کی حیات ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں اب یہ کہ اس کی کیفیت کیا ہے۔

انبیاء کرام کی حیات و ممات کی امتیازی خصوصیات

تو ہم کیفیت سے واقف نہیں نہ ہم اس کا پتہ دے سکتے ہیں۔ نہ ہمارے بس کی بات ہے۔ اتنا ہم ضرور جانتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی ممات بھی ہماری جیسی نہیں، ان کی حیات بھی ہماری جیسی نہیں ان کی ممات میں تو یہ بھی ہے کہ ملک الموت آ کر ان سے اجازت لیتے ہیں اور جب تک کہ وہ اجازت نہ دیں اور ان کے علم میں نہ لایا جائے کہ وقت آ رہا ہے اور ہم قبض روح کے لئے آ رہے ہیں۔ اس وقت تک ممات کا آغاز نہیں کیا جاتا۔ عامۃ المؤمنین سے اس قسم کی کوئی اجازت یا استیذان نہیں کیا جاتا۔ پھر یہ انبیاء علیہم السلام کی دنیا میں جو حیات ہے تو وہ اور لوگوں کی دنیوی حیات ہے۔ اس کے مشابہ نہیں۔ تو جب حیات مشابہ نہیں تو ممات بھی مشابہ نہیں ہو سکتی۔

دست پیغمبر کا اعجاز

یوں تو فرمایا گیا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں تم جیسا ایک بشر ہوں لیکن اس مماثلت کے باوجود آپ کی بشریت اور ہماری بشریت میں کتنا فرق ہے۔ یہ سیرت کے احوال دیکھنے سے واضح ہوگا۔ ہم بھی کہیں گے کہ ہمارے ہاتھ ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے بھی ہاتھ ہوتے ہیں ورنہ مسائی ہوتے ہیں کوئی معنوی اور روحانی نہیں لیکن ہاتھوں کے اندر خصوصیت سے امتیازی شان موجود ہے جو عام ہاتھوں کو حاصل نہیں۔ ہم اگر کسی کے چپت ماردیں تو

منصب تدریس و تبلیغ اور افتاء

اس سے زیادہ آسان درس دینا ہے۔ درس میں کتاب سامنے ہوتی ہے کتاب کے مطابق مضمون بیان کر دیا، کوئی زیادہ دشواری نہیں ہوتی۔ اس سے زیادہ آسان تقریر کرنا ہے۔ اس لئے کہ ایک موضوع پر جو یاد تھا سہل طور پر کہہ دیا۔ اور اس سے بھی زیادہ آسان ہے وہ تقریر جو علمی نہ ہو۔ محض دنیاداری کی باتیں۔ ادھر ادھر کے واقعات لیکچر میں کہہ دیجئے۔ یہ سب سے زیادہ آسان ہے۔ گذرے ہوئے واقعات یوں ہوا تھا، یوں ہوا تھا۔ بیان کر دیا۔ اور اس سے بھی زیادہ آسان اعتراض کر دینا ہے۔ اس کیلئے کسی تکلیف کی ضرورت نہیں۔ جس پر چاہا اعتراض کر دیا، جس پر چاہا شبہ وارد کر دیا۔ جاہل سے جاہل اعتراض کر سکتا ہے۔ اس میں کسی علمیت کی ضرورت نہیں۔ یہ میں نے اس لئے عرض کیا کہ بعض حضرات مسائل پوچھتے ہیں۔ میں عرض کر دیتا ہوں کہ بھئی مفتی صاحب سے پوچھو۔ میں نہیں بتلا سکتا۔ مسئلہ کا علم بھی ہو تب بھی جرات نہیں ہوتی کہ مسئلہ بیان کر دوں۔ مفتی کے سامنے سب چیزیں مستحضر ہوتی ہیں۔ بعض لوگ برا مانتے ہیں کہ مسئلہ نہیں بتلایا۔ اگرچہ مسئلہ نہیں بتلایا مگر حوالہ تو دے دیا کہ مفتی سے پوچھو۔ کیا ضروری ہے کہ ہر ایک مسئلہ بتلائے ہی۔ جو بتانے والے ہیں وہ بتلائیں گے جن کو اس کا فن اور سلیقہ ہے۔ برا ماننے کی بات نہیں ہے۔

میں ہمیشہ اس سے بچتا ہوں کہ فتویٰ دوں۔ یہ کام میرا نہیں ہے۔

مسائل کا علمی اور عملی پہلو

ایک ہے کسی مسئلہ کی علمی تحقیق کر دینا وہ الگ چیز ہے اس سے انکار نہیں ہوتا جو اپنے ذہن میں ہو وہ تحقیق کر دی۔ لیکن یہ کہ میں کیا کروں؟ یہ کام مفتی کا ہے وہ فتویٰ دے گا کہ فلاں پہلو پر یوں عمل کرو، فلاں پہلو پر یوں عمل کرو۔ اس لئے اگر بعض حضرات سوال کریں اور میں مسئلہ نہ بتلاؤں وہ برا نہ مانیں۔ ضروری نہیں کہ مجھے مسئلہ کا علم بھی ہو۔ اور اگر علم بھی ہو تو میں احتیاط کے خلاف سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ فقہی جزئیات پر میری زیادہ نظر نہیں ہے۔ یہ اس کی ہو سکتی ہے جو رات دن اسی میں پڑا ہوا ہو۔ یہ میں نے بطور تنبیہ اور اصول کے عرض کر دیا، اس میں برا ماننے کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص کا ایک مقام ہوتا ہے۔ میں نہیں ہوں اس قابل کہ مسئلہ بتلاؤں۔ کیا ضروری ہے کہ زبردستی پوچھا ہی جائے۔ کسی اہل سے پوچھا جائے۔

حیات النبی ﷺ پر امت کا اجماع ہے

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ "حیات النبی" کا لوگ انکار کیوں کرتے ہیں، میرے خیال میں اجماعی بات ہے کہ "حیات النبی ﷺ" کا مسئلہ مجمع علیہ ہے۔ یعنی امت کے اندر کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے۔ اس کی کیفیت میں گفتگو ہے کہ حیات ہے تو کس کیفیت اور کس نوعیت کی ہے۔ تو کیفیات میں اگر کوئی اختلاف کرے تو اسے اصل مسئلہ میں اختلاف کنندہ نہیں کہا جا سکتا۔

جہاں تک انبیاء علیہم السلام کی حیات کا تعلق ہے تو صحیح حدیث موجود ہے اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِہِمْ

خطباتِ حکیم الاسلام

جلد نمبر ۷

قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

ناشر
مکتبۃ العلم
18- اردو بازار ۞ لاہور ۞ پاکستان
Ph: 37231788-37211788

؛جائز(۴۵)اسی کو شیخ نے لکھا ہے کہ وان الاستمداد باهل القبور الی قوله فقد انکره کثیر من الفقهاء الخ. انبیاء کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں(۴۶) تیسرے یہ کہ دعاء مانگے الٰہی بحرمت فلاں میرا کام پورا کردے یہ بالاتفاق جائز ہے(۴۷) اور تمام شجروں میں موجود ہے اسی وجہ سے اقوال علماء میں اختلاف ہے کہ استمداد لفظ مشترک ہے کسی نے کسی کو لیا کسی نے کسی کو قول ہر ایک کا اپنی معنی

=المؤمن عدم التفوه بذلک، وان لایحوم حول حماه، وقد عده أناس من العلماء شركاً، وان لایکنه، فهو قریب منه. (روح المعانی،[المائدة: ۳۵]، ج: ۲، ص: ۱۲۸، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

(۴۵):می گوید ای فلان از خداوند بخواه که فلان کار مرا و مقصد مرا بر آورد کن، این صورت بر مسالهٔ ی سماع است، پس کسانی که سماع موتی را قائل اند این را روا می دارند، ونافیان سماع این را ناروا می دانند. (فتاوای منبع العلوم، کتاب العقائد، باب مایتعلق بالانبیاء والصلحاء، ج: ۱، ص: ۱۵۵، ط، کتب خانه ملی ایران)

(۴۶):عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة ﷺ حی فی قبره الشریف و حیوته ﷺ دنیویة من غیر تکلیف وهی مختصة به ﷺ وبجمیع الأنبیاء صلوات اللّٰه علیهم والشهداء لا برزخیة کما هی حاصلة لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیه العلامة السیوطی فی رسالته انباء الاذکیاء بحیوة الانبیاء، حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی "حیوة الانبیاء والشهداء فی القبر کحیوتهم فی الدنیا ویشهد له صلوة موسیٰ علیه السلام فی قبره فان الصلوٰة تستدعی جسداً حیاً" الی اخر ما قال "فثبت بهذا ان حیوته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم البرزخ" ولشیخنا شمس الاسلام والدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس اللّٰه سره العزیز فی هذا المبحث رسالة مستقلة دقیقة المأخذ بدیعة المسلک لم یر مثلها قد طبعت و شاعت فی الناس واسمها "آب حیات" ای ماء الحیوة. (المهند علی المفند، ص: ۳۶،۳۷،ط، قدیمی کتب خانه کراچی)

(۴۷):قال العلامة خلیل احمد السهارنفوی نور اللّٰه مرقده:عندنا وعند مشائخنا=

فتاوی رشیدیہ (کامل)

افادات

قطب الاقطاب فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد
گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ

جلد اول

جدید مطول حاشیہ
احقر العباد محمد خالد حنفی
فاضل جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ

المکتبة الحنفیة

حسن خان القنوجی فی نزل الابرار فی بیان فوائد الصلاۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ومنها قیام ملک علی قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطاہ اسماع الخلائق یبلغہ ایاها کما فی حدیث وثق ابن حبان رواتہ ووردت احادیث بمعناہ ثابتة وللہ الحمد ومنها انها سبب لرد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المصلی والمسلم علیہ کما ورد بسند حسن بل صححہ النووی فی الاذکار وغیرہ. انتهی ملتقطاً.

باقی اس خیال اور اعتقاد سے ذکر کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے۔ اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے [illegible] کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے [illegible] آپ ﷺ کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں قبر سے مفارقت کرکے آنا ہے یا کسی اور طریقے سے۔ اگر مفارقت کرکے آنا مانا جائے تو آپ ﷺ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آجاتا ہے۔ تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے باعث توہین ہے نہ موجب تعظیم۔ اور اگر مفارقت نہیں ہوتی تو پھر ہر مجلس مولود میں آپ ﷺ کی موجودگی بدن و روح کے ساتھ ہوتی ہے یا محض بطور کشف و علم کے پہلی صورت بدیہی البطلان ہے۔ اور دوسری صورت بے ثبوت اور محض اعتقاد ہے موجب شرک ہے کہ آن واحد میں مجالس کثیرہ کا علم ہو اس طرح کہ گویا آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں یہ خاصہ ذات احدیت ہے۔ آنحضرت ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا شرک ہے۔(۲)

رہی مجلس میلاد تو اس کا حکم یہ ہے کہ نفس ذکر ولادت و معجزات و اقوال و افعال و واقعات آنحضرت ﷺ جائز بلکہ محبوب و مستحسن ہے۔ لیکن قیود مروجہ اور تعینات مخصوصہ جو آج کل اکثر مجالس مروجہ میں پائی جاتی ہیں بدعت اور بے اصل ہیں۔(۳) ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا بھی بے اصل ہے۔ شریعت مقدسہ میں اس کی کوئی اصل نہیں نہ قرون مشہود لہا بالخیر میں اس کا وجود تھا نہ کوئی دلیل اس کے جواز پر دال ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ غفرلہ دہلی۔

---

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلافے نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چنانکہ شہدا راست۔" (اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعۃ فصل ۳ : ج۱ ص ۶۱۳ [illegible])

(۲) "[illegible] کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ در وقت حاضر و ناظر اند ... شرک است چہ این صفت مخصوص حق تعالیٰ است کسے را دراں شرکت نیست ... (و از بزازیہ است) و من ههنا قال علمائنا من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر انتهی۔" (مجموعۃ الفتاویٰ: ج۱ ص ۲۰، [illegible])

(۳) قال العلامۃ الشاطبی فی الاعتصام: "منها وضع الحدود والتزام الکیفیات والهیئات المعینة والتزام العبادات المعینة فی اوقات معینة لم یوجد لها ذلک التعیین فی الشریعة." (الباب الاول، فصل فی تعریف البدع الخ: ج۱ ص ۳۹ [illegible])

(۴) [illegible] "کل حدث فی الدین بعد زمن الصحابة فلا صحة له شرعاً" ([illegible])

دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ کراچی کے زیر نگرانی
دلائل کی تخریج و حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کے ساتھ

کفایت المفتی

مع عنوانات

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی
محمد کفایت اللہ دہلوی